احمد جاوید

فرہنگ وحواشی

کلیات اقبال (اردو)

ص کلیات
۱۳۷

محبت:
مطبوعہ ''مخزن''، جنوری ۱۹۰۶ء

۱۔ اس نظم میں محبت کی اصطلاح مندرجۂ ذیل معنوں میں استعمال ہوئی ہے:
۱:۱۔ وجود کی اوّلین حرکت
۲:۱۔ زندگی کا نقطۂ آغاز
۳:۱۔ زمانے کی بنیاد
۴:۱۔ نظامِ کائنات کی اصل
۵:۱۔ کائنات میں روح پھونکنے والی قوت
۶:۱۔ موجودات کا اصولِ تعلق
۷:۱۔ انسان اور کائنات کو مرتبۂ کمال تک پہنچانے اور ان کے تمام امکانات کو انتہائی درجے پر بروئے کار لانے والا خداوندی فیضان

۲۔ محبت کے اجزائے ترکیبی: ہدایت رسانی + مقصود تک پہنچنے کی مستقل لگن + تہ داری + بے قراری + پاکیزگی + حیات بخشی + بے نیازی + عاجزی + ایثار + ابدیت

ص کلیات
۱۳۷

عروسِ شب:
رات کی دُلھن، دلھن ایسی رات
(عروس = دلھن + شب)

ص کلیات

۱۳۷

آئینِ مسلّم:

قانونِ فطرت، اٹل ضابطہ

[آئین = قانون + مسلّم = مانا ہوا، فطری، اٹل، یقینی]

ص کلیات

۱۳۷

لذّتِ رم:

رفتار کی لذّت، حرکت کا ذوق جس پر ستاروں کے وجود کا مدار ہو۔

ص کلیات

۱۳۷

امکاں:

'ممکن' کا وصفِ ذاتی یا 'ممکن' کی ماہیت۔ وجود کی تین حالتیں ہیں: وجود، امکان اور امتناع۔ پہلی حالت ایجابی ہو، دوسری نیم ایجابی و نیم سلبی اور تیسری سلبی۔ 'واجب' وہ ہے جس کا وجود ضروری ہو اور عدم محال۔ نیز وہ اپنے وجود میں غیر کا محتاج نہ ہو۔ 'ممکن' کا نہ وجود ضروری ہے نہ عدم، اور یہ اپنے وجود میں غیر کا محتاج ہے۔ 'ممتنع' کا عدم ضروری ہے اور وجود محال۔

آسان تعریف یہ ہے کہ:

۱۔ وہ عدم جو وجود کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے، 'امکان' ہے اور وہ وجود جو عدم کو قبول کر سکتا ہے 'ممکن' ہے۔

۲۔ ہر مخلوق 'ممکن' ہے کیونکہ اس کے وجود سے پہلے بھی عدم ہے اور بعد میں بھی۔

۳۔ جو شے ذاتی طور پر معدوم اور عطائی طور پر موجود ہو یا جس کا نہ ہونا مستقل اور ہونا عارضی ہو، 'ممکن' ہے۔

چونکہ 'ممکن' کی اصل 'نیستی' ہے، لہٰذا اقبال نے یہاں 'امکان' کو عدم کے معنی میں باندھا ہے۔

مزید دیکھیے: ''ممکن''، ''ممکنات''، ''واجب''

ص کلیات

۱۳۷

مذاقِ زندگی:

زندگی کا حسّی تجربہ، موجود ہونے کی لذّت، حقیقتِ حیات کو سمجھ کر اُس سے پیدا ہونے والا ذوق۔

[مذاق = ذوق، احساس + زندگی]

ص کلیات

۱۳۷

پہنائے عالم:

دُنیا کی وُسعت، مُراد کائنات

[پہنا = پھیلاؤ + عالم = دُنیا، کائنات]

ص کلیات

۱۳۷

کمالِ نظمِ ہستی:

وجود کے کائناتی نظام کی تکمیل جو تخلیقِ کائنات کا مقصود ہے۔ موجودات کے درمیان جو تال میل پایا جاتا ہے، اُس کا کمال (کمال+نظمِ ہستی = نظامِ عالم، فطری قوانین زندگی کا نظام)

[کمال = پورا پن+ نظم = نظام+ہستی = کائنات، وجود]

ص کلیات

۱۳۷

ہویدا:

ظاہر

ص کلیات

۱۳۷

چشمِ خاتم:

۱۔ انگوٹھی کی آنکھ

۲۔ انگوٹھی کا خانہ جس میں نگ بٹھایا جاتا ہے

[چشم + خاتم = انگوٹھی]

ص کلیات

۱۳۷

صفا:

صفائی جو آئینے میں ہوتی ہے

ص کلیات

۱۳۷

ساغرِ جم:

جمشید کا پیالہ جس میں دُنیا بھر میں ہونے والے واقعات نظر آتے تھے
[ساغر = پیالہ + جم = جمشید، مشہور ایرانی بادشاہ]

ص کلیات
۱۳۷

اکسیر:
مختلف اجزاء کا ایک مرکّب جس سے پیتل وغیرہ کا سونا بنایا جاتا ہے۔ ایک عمل جس کے واقعی اور علامتی معنی یہ ہیں:
۱۔ ادنیٰ چیزوں کی ماہیت بدل کر اُنہیں اعلیٰ درجے کی اشیاء بنا دینے کا عمل
۲۔ چیزوں کو معنی عطا کرنا
۳۔ بظاہر ایک دوسرے سے مختلف اشیاء کو اُن کی حقیقتِ واحدہ سے جوڑ دینا۔
۴۔ مُردے کو زندہ کر دینا۔
مزید دیکھیے: ''کیمیا''

ص کلیات
۱۳۷

اسمِ اعظم:
۱۔ اللہ کا سب سے بڑا نام جسے پوشیدہ رکھا گیا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اس کے وسیلے سے کی جانے والی ہر دُعا قبول ہوتی ہے۔
۲۔ سِرّی عملیات کرنے والوں کے نزدیک خدا کا وہ نام جس کے ذریعے عملِ تسخیر کیا جاتا ہے اور ناممکن کام بھی ممکن ہو جاتے ہیں۔

ص کلیات
۱۳۷

سعیِ پیہم:
مسلسل کوشش
[سعی = کوشش، بھاگ دوڑ + پیہم = مسلسل، لگاتار]

ص کلیات
۱۳۷

میدانِ امکاں:
کائنات
نیز دیکھیے: 'امکان'

ص کلیات
۱۳۷

زلفِ برہم:
بکھری ہوئی زلف
[زلف+ برہم =بکھری ہوئی، پریشاں]

ص کلیات
۱۳۷

نفسہائے مسیح ابن مریمؑ:
حضرت عیسیٰ علیہ السلام مُردے پر قم باذن اللہ (کھڑا ہو جا اللہ کے حکم سے) پڑھ کر دم کرتے تھے تو وہ جی اٹھتا تھا۔ یہاں اُسی معجزے کی طرف اشارہ ہے۔(نفسہا = 'نفَس' کی جمع، سانس، پھونک، دم+ مسیح = حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا لقب۔ نجات دہندہ، بہت سفر کرنے والا، جس کا خمیر خیر و برکت سے اٹھا ہو، دوست+ ابن = بیٹا+ مریم)
مزید دیکھیے: ''مسیح''، ''مسیح ابن مریمؑ ''، ''مریم''

ص کلیات
۱۳۷

ربوبیت:
۱۔ پروردگاری، پالنہاری۔
۲۔خدا کی وہ صفت جو تمام موجودات کے وجودی تقاضوں اور فطری امکانات کی تکمیل اور نشو و نما کرتی ہے۔
مزید دیکھیے: ''ربّ''

ص کلیات
۱۳۷

شانِ بے نیازی:
کسی کا محتاج نہ ہونے کی خداوندی صفت،
(شان = صفت، حالت+ بے نیازی = کسی کا محتاج نہ ہونا، اللہ تعالیٰ ان معنوں میں بے نیاز (صمد) ہے کہ وہ کسی کا محتاج نہیں اور سب اُس کے محتاج ہیں، انسان کی بے نیازی یہ ہے کہ وہ اپنے مالک کے سوا کسی کا محتاج نہیں)

ص کلیات

۱۳۷

ملک:

فرشتہ

ص کلیات

۱۳۷

عاجزی:

۱۔ بے بسی محتاجی

۲۔کامل اطاعت، بندگی

۳۔اللہ کے آگے جھک جانا

۴۔اللہ کے سامنے اپنے اختیار، مرضی اور ارادے سے دست بردار ہو جانا۔

ص کلیات

۱۳۷

اُفتادگی:

۱۔گرنا

۲۔خاکساری

۳۔کسی بڑے مقصد کی خاطر خود کو مٹا ڈالنا۔

ص کلیات

۱۳۸

چشمۂ حیواں:

آب حیات کا داستانی چشمہ جس کا پانی پی لینے سے موت نہیں آتی۔ یہاں مُراد ہے 'ہیشگی' اور 'ابدیت' کا سوتا۔

ص کلیات

۱۳۸

عرشِ اعظم:

اللہ کا تخت یعنی بارگاہِ خداوندی۔

ص کلیات

۱۳۸

مرکّب:

وہ چیز جسے مختلف اجزا کو ملا کر بنایا گیا ہو۔

ص کلیات

۱۳۸

مہوِّس:

کیمیا گر

ص کلیات

۱۳۸

ہستیِ نوخیز:

نئی نئی پیدا ہونے والی کائنات، زندگی کی ابتدائی حالت۔

[ہستی = زندگی، وجود، کائنات + نوخیز = جس کی تخلیق کو زیادہ وقت نہ ہوا ہو]

ص کلیات

۱۳۸

گرہ کھولی ۔۔۔ کارِ عالم سے:

کائنات کی مشکل حل کر دی، اس کی رکاوٹ دور کر دی، اس کی زندگی اور روانی کا سامان کر دیا، اس کا کام بنا دیا۔

[گرہ از کار کشودن = مشکل حل کرنا، دستگیری کرنا، کام بنانا]

ص کلیات

۱۳۸

لطفِ خواب:

نیند کا مزا

[لطف = مزا + خواب = نیند]

ص کلیات

۱۳۸

خرامِ ناز:

بانکی چال

[خرام = چال + ناز = بانکپن]

ص کلیات
۱۳۹

پیام:
فروری ۱۹۰۶ء کے 'مخزن' میں جب یہ نظم 'پیغام راز' (ایک خط کے جواب میں) کے عنوان سے شائع ہوئی تو مفتعلن رمستفعلن ، مفاعلن ، مفتعلن رمستفعلن مفاعلن کے وزن میں تھی ۔ نظرِ ثانی میں ابتدائی متن کے چار شعر حذف ہو گئے اور باقی اشعار میں بھی ترمیم کر کے پوری نظم کو ایک ہی وزن یعنی مفتعلن ، مفاعلن ، مفتعلن ، مفاعلن میں ڈھالا گیا۔

ص کلیات
۱۳۹

ذوقِ تپش:
عشق کی آگ میں جلنے کی لذّت ، تڑپنے کا مزا۔
[ذوق = لطف اٹھانے کی صلاحیت ، لذّت ، کیفیت + تپش = جلن ، تڑپ]
مزید دیکھیے: ''تپش''، ''اضطراب''

ص کلیات
۱۳۹

حاصل سوز وساز:
۱۔ جلنے اور چمکنے کا حاصل یعنی حرارت اور روشنی
۲۔ عشق کی بخشی ہوئی کیفیات کا نچوڑ یعنی روحانی بے تابی اور قلبی اطمینان
۳۔ عاشق کی فنا اور بقا کی حقیقت
۴۔ جستجو اور حصول کے مسلسل عمل کا نتیجہ
[حاصل + سوز = جلن تڑپ ، فراق اور شوق کی کیفیت + و = اور + ساز = ٹھنڈک ، اطمینان ، وصال اور نشاط کی کیفیت]

ص کلیات
۱۳۹

شانِ کرم:
۱۔ مہربانی اور بندہ نوازی کا وصف جو اللہ کا خاصّہ ہے
۲۔ خدائے بے نیاز کا فضل
[شان = وصف ، ذاتی صفت ، کمال ، خاص مرتبہ + کرم = مہربانی ، فضل]

ص کلیات
۱۳۹

عشق گرہ کشاے:
۱۔ گرہ کھولنے والا عشق (عشق+ گرہ کشا= گتھی سلجھانے والا، رکاوٹ دور کرنے والا، مشکل کشا+ ے= یاے تعظیمی)
۲۔ وہ عشق جو محبوب کی راہ میں پیش آنے والی ہر رکاوٹ گرا دیتا ہے۔
۳۔ حقیقت کی گرہ کھولنے والا عشق
مزید دیکھیے: ''عشق''

ص کلیات
۱۳۹

دیروحرم:
۱۔ بُت خانہ اور کعبہ (دیر= غیر مسلموں کی عبادت گاہ، مندر، گرجا، آتشکدہ+ و+حرم= کعبۃ اللہ)
۲۔ خدا کا اوتاری یا تشبیہی تصور رکھنے والوں کا مقام 'دیر' ہے اور توحیدی یا تنزیہی اعتقاد رکھنے والوں کا مقام 'حرم'
۳۔ دیر: کثرت وتشبیہ کا عالم
حرم: وحدت وتنزیہ کا عالم

ص کلیات
۱۳۹

بے نیاز:
ہر تعین سے ماورا، جو کسی کا پابند نہ ہو، جس کو کسی کی اور کسی سے کوئی احتیاج نہ ہو یعنی اللہ

ص کلیات
۱۳۹

دہر:
یہاں مُراد ہے 'دنیا'

ص کلیات
۱۳۹

گریۂ جاں گداز:
۱۔ دل پگھلا دینے والا رونا
۲۔ اشک باری جس میں دل بھی آنسوؤں کے ساتھ بہ جائے

۳۔عاشق کی آہ وزاری
۴۔بندگی اورعشق کا یکجا ہر کرایک کیفیت میں ڈھل جانا
[گریہ = رونا + جاں = جان، روح،دل + گداز = گداز ندہ = گداز کرنے والا، پگھلا دینے والا]

ص کلیات
۱۳۹

بلند بال:
۱۔اونچا اُڑنے والا، بلند حوصلہ
۲۔بلند، بے نیاز

ص کلیات
۱۳۹

چشمِ نظارہ میں نہ تو سُرمۂ امتیاز دے
یعنی چیزوں میں اختلاف دیکھنے کے بجائے اُس حقیقت پر نظر رکھنی چاہیے جو سب میں مشترک ہے۔

ص کلیات
۱۳۹

پیرِ مغاں:
۱۔شراب خانے کا مالک
۲۔'آتش پرستوں کا پیشوا'
۳۔معلّم، رہ نما
۴۔روحانی مرشد
۵۔وہ رہنما جو سالکوں کو خدا تک قال کے ذریعے نہیں بلکہ حال کی راہ سے پہنچائے
[پیر = بڑا، مرشد + مغاں = 'مغ' کی جمع ،شراب بنانے والے، آتش پرست، روحانی احوال پیدا کرنے والے]

ص کلیات
۱۳۹

نشاط:
۱۔لفظی معنی خوشی، سرمستی، سُرور، فراغت، خوشحالی
۲۔نفس کی وہ کیفیت جو اُسے اپنی خواہشات کی تکمیل اور دوسروں پر غالب آ جانے سے ملتی ہے
۳۔نفس کا بے فکرا پن، غفلت کا مزا
۴۔وہ خوش حالی جو دل کے سوز اور روح کی تڑپ سے خالی ہو

ص کلیات
۱۳۹

کیفِ غم:
۱۔غم کی مستی (کیف = کیفیت، سرمستی، لذّت+غم)
۲۔محبوب کو پانے کی شدید لگن کے باوجود اُس کو نہ پاسکنے کا یقین، غم ہے۔اور اس ’طلب و نایافت‘ کا کبھی زائل نہ ہونا ’کیف غم‘ ہے
۳۔عشق کی آگ میں جلتے رہنے کا مزا جو فراق میں بیزار نہیں ہونے دیتا
۴۔محبوب تک رسائی کا کوئی رستہ نہ پانے کے باوجود اس کی محبت میں غرق رہنا
۵۔محبوب کی رضا کو اپنی خواہش پر ترجیح دینا
۶۔وہ کیفیت جو نفس پر روح کے غلبے سے حاصل ہوتی ہے
۷۔نفس کی شکستگی جو بندگی کی حقیقت کے تجربے سے میسر آتی ہے
۸۔کسی حال پر قناعت نہ کرنے کی حالت
۹۔فکرِ قوم+فکرِ مستقبل+فکرِ آخرت

ص کلیات
۱۳۹

خانہ ساز:
۱۔گھر کی بنی، دیسی (شراب)
۲۔محبت اور معرفت کا وہ طریقہ اور ذریعہ جو اسلام کی دین ہے
۳۔اسلامی نظامِ حیات

ص کلیات
۱۳۹

بزمِ کہن:
پرُانی محفل، یعنی:
۱۔دُنیا
۲۔اسلامی دُنیا اور اس کی روایات
۳۔مسلمان اور ان کی روایتی تہذیب ونفسیات
۴۔مسلمانوں کی پُرانی ذہنیت اور طبیعت

ص کلیات
۱۳۹

مے ٔ مجاز:
۱۔'مجاز' کی شراب (مے+مجاز = غیر حقیقی، علامتی، تشبیہی۔ وہ غیر حقیقی شے جو حقیقت کی طرف اشارہ کرے، حقیقت کا قائم مقام لفظ رمعنی رصورت وغیرہ، حق کو خلق میں دیکھنا)
۲۔'خلق' کی صورت میں 'حق' کو دیکھنے کا ذوق، صورت سے معنی تک پہنچنے کا طریق، 'غیب' کو 'شہود' بنانے کا باطنی حال۔
مزید دیکھیے: ''مے''، ''شراب''، ''مجاز''

ص کلیات
۱۳۹

سوامی رام تیرتھ:
مطبوعہ 'مخزن'، جنوری ۱۹۰۷ء
ابتدائی متن کا آخری شعر منسوخ۔

ص کلیات
۱۳۹

سوامی رام تیرتھ:
ویدانت کے مبلغ، انگریزی، اردو اور فارسی کے شاعر۔ اصلی نام تیرتھ رام تھا۔ ضلع گوجرانوالہ کے گاؤں مراری والہ میں ۱۸۷۳ء میں پیدا ہوئے۔ غریب گھر کے تھے۔ نہایت مشکل حالات میں انٹرنس کرنے کے بعد ۱۸۸۸ء میں ایف سی کالج، لاہور میں داخلہ لیا۔ اخراجات پورے کرنے کے لیے ٹیوشن پڑھانی پڑی۔ دورانِ تعلیم ہی میں ویدانت کی طرح مائل ہو گئے تھے۔ زیادہ وقت عرفان کی کتابوں کے مطالعے اور مراقبے وغیرہ میں گزرتا تھا۔ اوپر سے سختیِ حالات کی وجہ سے صحت بھی ٹھیک نہیں رہتی تھی۔ نتیجۃً بی اے میں فیل ہو گئے۔ اُس ناکامی نے تعلیم کی طرف متوجہ کر دیا۔ خوب محنت کی اور مارچ ۱۸۹۳ء میں بی اے اوّل درجے میں پاس کر لیا۔ پھر گورنمنٹ کالج، لاہور میں ایم اے (ریاضی) میں داخلہ لے لیا۔ اس زمانے میں وہ ایک مخلص اور ذہین ویدانتی کی حیثیت سے مشہور ہو چلے تھے۔ لوگ ان کے لیکچر سننے آتے تھے۔ ۱۸۹۵ء میں ایم اے کر کے ایف سی کالج میں ریاضی کے عارضی لیکچرار مقرر ہوئے۔ ایک مرتبہ کالج ہال میں ان کا لیکچر کروایا گیا۔ اس میں انھوں نے دعوا کیا: ''ایک بار میں عیسیٰ مسیح بن کر پیام دینے آیا تھا۔ مجھے غلط سمجھا گیا، اس لیے میں دوبارہ حاضر ہوا ہوں''۔ اس دعوے پر مسیحی لوگ ان کے مخالف ہو گئے اور انہیں کالج سے برطرف کر دیا گیا۔ یہ مرے کالج، سیالکوٹ میں پروفیسر ہو کر چلے گئے۔ ایک برس بعد پھر ایف سی کالج میں ریاضی کے

سینئر پروفیسر کی حیثیت سے واپس آ گئے۔ ۱۸۹۹ء میں پنجاب یونی ورسٹی اورینٹل کالج میں ریاضی کے ریڈر مقرر رہوئے۔ اقبال کے ساتھ ان کی دوستی کا یہیں سے آغاز ہوا۔ کچھ مدّت بعد سنیاس لے لیا۔ ہندوستان بھر میں ویدانت کا درس دیتے پھرتے۔ اسی مقصد کے لیے امریکہ بھی گئے۔ وہاں سے واپس آ کر ہردوار میں ٹھکانا کیا۔ نومبر ۱۹۰۶ء میں دیوالی کے دن گنگا میں اشنان کرنے اُترے۔ تیرتے ہوئے ذرا دور گئے تھے کہ ایک باڑھ کی لپیٹ میں آ کر ڈوب گئے۔ تین دن بعد لاش اس حالت میں ملی کہ آنکھیں بند تھیں اور جسم مراقبے کی مخصوص نشست یعنی سمادھی کے آسن میں تھا۔

ص کلیات

۱۳۹

پہلے گوہر تھا، بنا اب گوہرِ نایاب تو

وہ [سوامی تام تیرتھ] اپنی زندگی میں اتنے اونچے تھے کہ انہیں انسانیت کا موتی کہنا مناسب تھا۔ ڈوب گئے تو اس اعتبار سے بھی گوہر نایاب بن گئے کہ وہ ہاتھ نہ آ سکتے تھے۔ چونکہ نہایت بیش قیمت موتی کو بھی گوہر نایاب کہتے ہیں، اور ڈوب کر اصل سے مل جانے کے باعث سوامی جی کی ہستی زیادہ بلند ہوگئی تھی، لہٰذا اس لحاظ سے بھی انہیں گوہرِ نایاب قرار دینا بہت موزوں معلوم ہوتا۔
(مطالبِ بانگ درا، مولانا غلام رسول مہر، ص ۱۳۵)

ص کلیات

۱۳۹

رازِ رنگ و بو:

۱۔ کثرت کی حقیقت (راز + رنگ و بو = کثرت، ظہور، مایا)

۲۔ صورت اور معنی کا بھید (راز + رنگ = صورت، ظہورِ کثیف، مایا کا زمینی درجہ + و + بو = معنی۔ لطیف، مایا کا سماوی مرتبہ)

۳۔ دُنیا کے غیر حقیقی ہونے کا راز

مزید دیکھیے: ''رنگ و بو''

ص کلیات

۱۴۰

اسیرِ امتیازِ رنگ و بو:

۱۔ صورت اور حقیقت کی دوئی کے وہم میں مبتلا

۲۔ دُنیا میں گرفتار، عالمِ کثرت کا اسیر

۳۔ حقیقی وحدت کے شعور سے محروم

[اسیر = گرفتار + امتیاز = فرق، دوئی + رنگ و بو = دیکھئے: پچھلا اندارج: 'رازِ رنگ و بو']

ص کلیات
۱۴۰

آتش خانۂ آزر:
۱۔آزرکا آتش کدہ
۲۔صورت اور حقیقت کی یکجائی کا مقام
۳۔بت پرستی کا منتہا
۴۔سوامی رام تیرتھ کے حوالے سے یہ ترکیب بہت برجستہ اور معنی خیز ہے۔
۵۔آزر=حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بت پرست باپ اور آزر=آگ میں صوتی یکسانی ہے اور آذر کی مناسبت 'آتش خانہ' کے ساتھ ظاہر ہے۔

ص کلیات
۱۴۰

نفیِ ہستی اک کرشمہ ہے دلِ آگاہ کا
'لا' کے دریا میں نہاں موتی ہے الّا اللہ کا

۱۔اللہ کے سوا کوئی موجود نہیں ہے۔معرفت رکھنے والا قلب اس حقیقت کا تجربہ کروا دیتا ہے
۲۔حیات وکائنات اور من وتو ایک پردہ ہے جس نے حقیقت کو ڈھانپ رکھا ہے۔دل آگاہ یہ پردہ اُٹھا دیتا ہے
۳۔اللہ کے ہونے کا عرفان، ماسوی اللہ کی ہستی کے انکار میں پوشیدہ ہے۔'لا الہ' سے گزرے بغیر 'الا اللہ' کی منزل حاصل نہیں ہوتی
۴۔سوامی رام تیرتھ کی غرقابی کے حوالے سے دیکھیں تو دوسرے مصرعے کی معنویت دو چند ہو جاتی ہے
۵۔اس نظم کے پہلے شعر میں سوامی رام تیرتھ کو گوہر نایاب کہا گیا ہے۔'الا اللہ کا موتی' اس حوالے سے وہ معنی دیتا ہے جو ویدانتی فکر کا جوہر ہے، یعنی وہ گوہرِ نایاب دراصل یہی موتی ہے

ص کلیات
۱۴۰

نفیِ ہستی:
۱۔ماسوی اللہ کے وجود کا انکار
۲۔ہستی کو مٹا دینا
۳۔لاموجود الا اللہ (نہیں کوئی موجود مگر اللہ) کی حقیقت تک پہنچ جانا
۴۔خود کو ذات الٰہیہ میں فنا کر دینا

ص کلیات

۱۴۰

کرشمہ:

کرامت، اعجاز

ص کلیات

۱۴۰

دلِ آگاہ:

۱۔ وہ دل جو حقیقت کا علم رکھتا ہو۔

۲۔ خدا، انسان اور کائنات کی حقیقت جاننے والا، مردِ عارف

ص کلیات

۱۴۰

چشمِ نابینا:

۱۔ اندھی آنکھ

۲۔ حقیقت کے مشاہدے سے محروم آنکھ

ص کلیات

۱۴۰

معنیِ انجام:

انجام کا مفہوم یعنی آخری حقیقت

ص کلیات

۱۴۰

سیمِ خام:

کچی چاندی یعنی بے حقیقت اور بے وقعت چیز

[سیم = چاندی + خام = کچی]

ص کلیات

۱۴۰

توڑ دیتا ہے بُتِ ہستی کو ابراہیمِ عشق
ہوش کا دارو ہے گویا مستیِ تسنیمِ عشق

یعنی عشق 'لاموجود الا اللہ' (اللہ کے سوا کوئی موجود نہیں) کا علم بردار ہے۔ اس شعر میں یہ بات جس طرح کہی گئی ہے، اس میں کئی چیزیں فنی اور جمالیاتی لحاظ سے بہت با معنی ہیں:

۱۔'ہستی' کو'بُت' اور'عشق' کو'ابراہیم' سے تشبیہ دے کر یہ بتایا گیا ہے کہ عشق کا مقصود، اللہ میں فنا ہو جانا ہے۔

۲۔'بُتِ ہستی'

۱:۲۔وجود، اللہ کا سب سے بنیادی ذاتی وصف ہے۔اسی پر اس کی تمام صفات مثلاً معبودیت وغیرہ کا قیام ہے۔یعنی اللہ معبود اس لیے ہے کہ موجود ہے۔جس طرح اللہ کے سوا کسی معبود بنانا شرک ہے، اسی طرح غیر اللہ کو موجود ماننا بھی شرک ہے، بلکہ زیادہ بڑا شرک ہے

۲:۲۔'ہستی' نرا مفروضہ ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں

۳:۲۔خود کو موجود ماننا دراصل اپنی پرستش کرنا ہے

۳۔'ابراہیمِ عشق':

۱:۳۔وحدت الوجودی حضرات ہر نبی میں دو جہتیں ثابت کرتے ہیں: نبوت اور ولایت۔ان کے نزدیک نبی کی جہتِ ولایت اُس کی جہتِ نبوت پر فضیلت رکھتی ہے۔'ابراہیمِ عشق' کو اس حوالے سے بھی دیکھا جا سکتا ہے۔سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنی جہتِ نبوت سے پتھر کا بُت توڑتے تھے اور جہتِ ولایت سے ہستی کا۔ان دونوں میں فرق واضح ہے

۴۔'بُتِ ہستی' اور'ابراہیمِ عشق' میں تضاد کی نسبت ہے۔'بُت' اور'ابراہیم' باہم متضاد ہیں۔'ہستی' اور 'عشق' کا بھی یہی معاملہ ہے

۵۔'ہوش'/'ہوش کا دارو'

۱:۵۔'ہوش' کثیر المعانی لفظ ہے۔یہاں اکثر معانی مراد ہیں: احساس، خبر، خیال، علم، عقل، شعور، تمیز وغیرہ

۲:۵۔یہاں'ہوش'، 'وہم' کا مفہوم بھی رکھتا ہے۔کسی لفظ کو بالکل متضاد معنی میں استعمال کرنا بڑے کمال کی بات ہے

۳:۵۔'ہوش' کے کچھ نادر معنی بھی ملتے ہیں۔زندگی، موت، زہر قاتل۔اس شعر میں اضافی طور پر ان معانی کو بھی ملحوظ رکھا جا سکتا ہے۔یہ گنجائش'بُتِ ہستی'، 'دارو'، 'تسنیم' اور'عشق' سے پیدا ہوتی ہے

۱:۳:۵۔'ہوش' بمعنی'زندگی' اور'بُتِ ہستی' میں مکمل معنوی مناسبت ہے۔دونوں فریب ہیں

۲:۳:۵۔'ہوش' بمعنی'موت' اور'ہستی' بظاہر متضاد اور بباطن ہم معنی ہیں۔اس ہم معنویت کو'بت' کا لفظ مزید محکم کر دیتا ہے

۳:۳:۵۔'ہوش' بمعنی'موت' اور'دارو' بمعنی'دوا' کی مناسبت واضح ہے

۳:۳:۵۔'ہوش' بمعنی'موت' اور'مستی' کی مناسبت بھی ظاہر ہے۔اسی طرح'موت' اور'تسنیم' یعنی 'جنت کی نہر' میں بھی کئی مناسبتیں پائی جاتی ہیں

۴:۳:۵۔'ہوش' بمعنی'زہرِ قاتل' اور'دارو' بمعنی'تریاق' کی نسبت واضح ہے۔'زہر' اور'تسنیم' میں بھی

تضاد کی نسبت ہے۔ زہر کڑوا ہوتا ہے جبکہ تسنیم کا پانی شیریں ہے۔ زہر، موت ہے جبکہ تسنیم، زندگی ہے۔ زہر بے خبر کرتا ہے جبکہ تسنیم کی بخشی ہوئی مستی، کمال معرفت ہے

۴:۵۔ 'ہوش' اور 'دارو' بمعنی 'شراب' میں تضاد کی نسبت ہے۔ یہ 'ہستی' میں مبتلا رکھتا ہے اور وہ 'ہستی' سے اوپر اُٹھاتی ہے

۵:۵۔ 'ہوش' اور 'مستی'، 'تسنیم' اور 'عشق' میں درجہ بدرجہ تضاد ظاہر ہے

۶:۵۔ 'ہوش' کی کلی مطابقت 'ہستی' کے ساتھ ہے اور کلی مغائرت 'عشق' کے ساتھ

۶۔ 'مستیِ تسنیمِ عشق':

ضروری باتیں، 'ہوش' کے ضمن میں ہو چکی ہیں۔ 'مزید دیکھیے یہی اندارج

۷۔ 'تسنیمِ عشق':

سوامی رام تیرتھ کے گنگا میں ڈوب جانے کو اقبال نے، لا کے دریا میں غوّاصی اور 'تسنیمِ عشق کی مستی سے تعبیر کیا ہے۔ دونوں میں خود سے گزر جانا مشترک ہے۔

نیز دیکھیے: 'بُتِ ہستی'، 'ابراہیمِ عشق'، 'ہوش'، 'دارو'، 'مستیِ تسنیمِ عشق'

ص کلیات

۱۴۰

بُتِ ہستی:

۱۔ ہستی کا بُت

۲۔ اللہ کو موجود مان کر کائنات کو بھی موجود ماننا، شرک فی الوجود

۳۔ عقل کا وہ تصور جس کی رو سے کائنات بھی واقعی اور حقیقی وجود رکھتی ہے

نیز دیکھیے:

توڑ دیتا ہے بُت ہستی کو ابراہیم عشق
ہوش کا دارو ہے گویا مستیِ تسنیمِ عشق

ص کلیات

۱۴۰

ابراہیمِ عشق:

۱۔ عشق کا ابراہیم

۲۔ عشق جو ابراہیم ہے

۳۔ عشق جو اللہ کے سوا کسی کو موجود نہیں مانتا

۴۔ عشق کی وہ قوّت جس سے عقل کی تصور پرستی اور توہمات کا خاتمہ ہوتا ہے

۵۔ ہستی کا بُت مسمار کرنے والا

نیز دیکھیے: 'بُتِ ہستی'

ص کلیات
۱۴۰

ہوش:
۱۔اپنے ہونے کا احساس
۲۔عقل
۳۔تصور، خیال، وہم

ص کلیات
۱۴۰

دارو:
۱۔دوا، تریاق، علاج
۲۔شراب

ص کلیات
۱۴۰

مستیِ تسنیمِ عشق:
۱۔عشق کی تسنیم سے سیراب ہو کر حاصل ہونے والی بے خودی اور سرمستی
۲۔اللہ کے دیدار کی کیفیت
۳۔وحدت الوجود کی حقیقت کا تجربہ
[مستی+تسنیم = جنت کی ایک نہر، مراد فیضان کا سرچشمہ+عشق = دیکھیے تمام اندراجات]